قاضی احسان احمد شجاع آبادی

نے کوئٹہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

"اسلام نے عورت کے لئے پردہ لازم قرار دیا ہے اس لئے قرآن عزیز میں حکم فرمایا۔ "اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے مونہوں پر نقاب ڈالا کریں یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائیں اور پھر نہ ستائی جائیں اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔" تم بھی اپنی عورتوں کو پردہ کرایا کرو کیونکہ جس طرح موتی کے بہت سے ہاتھوں میں جانے سے اس کی آب ماند پڑ جاتی ہے اسی طرح بے نقاب عورت کے چہرے پر بہت سے غیر محرموں کی نظر پڑنے سے عورت کی آبِ رو (آبرو) بھی ماند پڑ جاتی ہے۔

مرسلہ : بشیر احمد چوہان

۲۸ / اگست ۸۱ء

ہدیہ : ڈیڑھ روپیہ

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

نماز کے بعد اذکار

عَنْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رضـ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَبَّحَ اللهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ، وَكَبَّرَ اللهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمد للہ ۳۳ مرتبہ، اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور سو کے عدد کو پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہٗ الملک ولہٗ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لیے بادشاہی اور تمام تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) پڑھے اس کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم)

نماز کے بعد اذکار

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَّثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ تَكْبِيْرَةً"۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ چند پیچھے آنے والے کلمات) ایسے ہیں کہ جن کا کہنے والا یا (یہ فرمایا کہ) کرنے والا نامراد نہیں ہوتا ــــ وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہنا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے ذکر کیا ہے۔

جلد ٢٧ ❖ شمارہ ٩
٢٦ شوال المکرم ١٤٠١ھ ❖ ٢٨ اگست ١٩٨١

جیسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی

۱۴ اگست کو قوم نے یوم آزادی منایا اور خوب! ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں حقیقی خوشیوں اور مسرتوں سے ہمکنار کرے اور یہ ملک جو ہمارے پاس امانت ہے اس کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

افراد کی غلطیاں افراد کے لئے مضرت رساں ہوتی ہیں لیکن قومی اور اجتماعی غلطیوں کا اثر ساری قوم پر پڑتا ہے ــــ عقل مند وہ ہے جو خود احتسابی سے کام لے کر اپنی غلطیوں کی اصلاح میں لگا

اس شمارہ میں

جیسے عیش میں یاد خدا نہ رہی (اداریہ)
کامیابی سچے مسلمانوں .... (مجلس ذکر)
اللہ تعالیٰ کو نہ بھولیں (خطبہ جمعہ)
مختصر تاریخ بیت اللہ
مولانا سندھی رحمہ اللہ
بہاء اللہ ایرانی
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اسلام کا معیار فضیلت
علم اور اس کے تقاضے
وغیرہ

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	
سالانہ -/۶۰، ششماہی	۳۰
سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ	1/50

کافی ہوں گے اور آئندہ احتیاط برتی جائے گی۔

پی، آئی، اے

دھماکہ خیز خبر سامنے آئی کہ پی، آئی، اے میں ٹریڈ یونین پر پابندی لگا دی گئی، دفاتر سر بمہر کر دئیے گئے۔ اس کے بعد ۶۳ افسروں سمیت ۳۴۰ ملازمین کو برطرفی کے نوٹس جاری کرنے کی خبر آئی۔ اور آخری خبر کے مطابق ان سب کی چھٹی ہو گئی۔

خبر کے مطابق ڈی، سی ۱۰ کی آتش زدگی اور بوئنگ طیارے کے اغوا کے واقعہ کو ان ملازمین کی غفلت سے نتھی کیا گیا ہے ——— انتظامیہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ معاملات کی چھان پھٹک کرے اور مجرموں کو قرار واقعی سزا ملے۔ لیکن یہ ضروری امر ہے کہ کسی بے گناہ پر زیادتی نہ ہو۔ پی، آئی، اے کے سربراہ اس کا اعلان بھی کر چکے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ ایسا نہیں ہوگا ——— اس کے ساتھ ہم ایک اور گذارش کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ حکومت "ملکی حالات" کے پیش نظر انتخاب وغیرہ کو پسند نہیں کرتی۔ اسی وجہ سے اس کے بڑے اچھے دوست اس سے ناراض ہوئے لیکن یہ بات ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ مختلف اداروں جن میں تعلیمی ادارے بھی شامل ہیں یونین وغیرہ کا آخر کیا مقصد ہے؟ حکومت نے پی، آئی، اے میں ٹریڈ یونین وغیرہ پر پابندی لگاتے ہوئے اس بات کا واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کے سبب یہ ادارہ تباہی کے کنارے تھا، کیا اسے احساس نہیں کہ تعلیمی، صنعتی، تجارتی وغیرہ ادارے اسی قسم کی یونین سازی جیسے عوامل کے سبب تباہ ہو چکے ہیں ——— ہمیں یقین ہے کہ مختلف اداروں میں اس قسم کی سرگرمیوں کی بناء پر جماعتی اور گروہی مفادات کے لئے سرگرم عمل طبقات کو ہماری بات بہت بری لگے گی لیکن حقیقت حقیقت ہے اور ہم نے اس کا اظہار کر دیا۔ ہمیں امید ہے کہ پی۔ آئی۔ اے کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں اس قسم کی سرگرمیوں کو یک قلم ختم کر دیا جائے گا ——— رہ گیا معاملہ کارکنوں کے حقوق کا تو اس کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ جہاں بھی کسی ادارے کا سربراہ یا انتظامیہ کارکنوں کے حقوق پامال کرے حکومت کا فرض ہے اس کا سختی سے نوٹس لے۔

بقیہ: مجلس ذکر

کی اس میں اللہ تعالٰی نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ "دنیا میں بارہا چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئیں۔ آج ہم صحیح مسلمان بن جائیں، ہمارے عقیدے درست ہو جائیں، ہمارے اعمال درست ہو جائیں تو آج بھی فضائے بدر پیدا ہو سکتی ہے اور آج بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اسی طرح نازل ہو سکتی ہیں۔

آج ہمارا دل ان شہیدوں کے لئے جذبات عقیدت سے موجزن ہے جو اس راہ میں قربان ہوگئے۔ جو عورتیں بیوہ ہو گئیں، جو بچے یتیم ہوگئے وہی ہمارے محسن ہیں۔ ان کی قربانیوں سے یہ چمن قائم ہوا اس کی حفاظت ہماری قومی ذمہ داری ہے لیکن اس کی حفاظت کا راز اللہ تعالٰی کے نام کی سربلندی میں ہے آئیں اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے سرنگوں ہو جائیں کہ وہی اصل میں سب کچھ ہے۔

مجالسِ ذکر

ضبط و ترتیب: علوی

کامیابی سچّے مسلمانوں کے قدم چومتی ہے

پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از حمد و صلوٰۃ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِينَ۔

(صدق اللہ العلی العظیم)

محترم حضرات! جمعہ ہے اور اگست کی چودہ تاریخ! آج سے ٹھیک ۳۴ برس قبل اسی تاریخ کو اللہ تعالٰی نے ہمیں ایک خطّہ زمین "پاکستان" کے نام سے عطا فرمایا ——— ہر سال اسی کی خوشی میں اس تاریخ کو مختلف تقاریب منعقد ہوتی ہیں۔ اور خوشی و مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ امسال یہ دن زیادہ اہتمام سے منایا جا رہا ہے بلکہ یہ بات بھی بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ ۳۴ سال میں پہلی مرتبہ اتنا اہتمام ہو رہا ہے اور اتنا جوش و خروش دیکھنے میں آ رہا ہے ——— اللہ کرے کہ یہ خوشیاں دائمی ہوں اور اللہ تعالٰی دائمی مسرّت ہمیں نصیب فرمائے۔

محترم حضرات! اس وسیع و عریض خطہ میں ہماری غلامی ایک زبردست المیہ تھا۔ آزادی جیسی نعمت سے محرومی بلا وجہ نہ تھی اس میں ہماری خدا فراموشی اور خود فراموشی کو بڑا دخل تھا ——— بہر حال اللہ تعالٰی کے نیک بندے ایسے تھے جنہوں نے ابتدا میں ہی ان خطرات کو محسوس کیا اور آزادی کے لئے جد و جہد شروع کر دی۔ ان اللہ تعالٰی کے مخلص اور نیک بندوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں ۱۹۴۷ء میں اللہ تعالٰی نے ہمیں آزادی سے ہمکنار کیا۔ اس وقت ہم بہت کمزور تھے، ہماری تجارت و معیشت تباہ ہو چکی تھی۔ ایک وقت میں یہاں حکومت و سیاست اور تجارت و معیشت، زراعت وغیرہ سب ہمارے تصرف میں تھا۔ اب ۱۹۴۷ء میں ہمارے پاس کچھ نہ تھا۔ لیکن خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں ٹھکانہ بخشا، ملک دیا، آزادی دی، ہم سے کفرانِ نعمت ہوا آزادی اور ملک کی ہم سے حفاظت نہ ہو سکی۔ ۱۹۶۵ء میں ملک پر سنگین حملہ ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی ۱۹۷۱ء میں ہماری غلطیاں بے پناہ ہو چکی تھیں، ملک دو لخت ہو گیا۔ اب خدا کرے۔ ہماری آنکھیں کھلیں۔ اتنی عظیم الشان قربانیوں کے بعد حاصل کردہ ملک جس کو ہم نے اللہ تعالٰی سے اسلام کے نام پر مانگا تھا اس میں اسلامی نظام کا خواب اب تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا۔ بین الاقوامی طاقتیں ہم پر دانت پیس رہی ہیں اور ہم اب تک غلطیاں کر رہے ہیں اسلامی نظام کے سلسلہ میں اپنا وعدہ اب تک ایفا نہیں کر رہے۔

حضرات محترم! آج آزادی کی خوشی کے ساتھ اپنا محاسبہ کریں۔ خدا سے تجدید عہد کریں اور ملک کی سلامتی و استحکام کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں تو ہماری کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالٰی ہماری امداد فرمائیں گے قرآن کی جو آیت تلاوت

(باقی ۴ پر)

خطبۂ جمعہ

ضبط وترتیب : علوی

اللہ تعالےٰ کو کسی حال میں نہ بھولیں!

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَیداللہ انور مدّ ظلہم ○

بعد از حمد و صلاۃ ؛

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً . . . . بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ○ صدق اللہ العلی العظیم۔

سورۃ النحل آیت ۱۱۲)

محترم حضرات و معزز خواتین!

گذشتہ جمعہ کو ملک و بیرون ملک ساری قوم نے ۳۵ واں یوم آزادی منایا۔ گذشتہ ہفتہ کی مجلس ذکر میں مَیں نے عرض کیا تھا کہ ۳۴ سال بعد آزادی کا دن اس اہتمام اور اس جوش و خروش سے نہیں منایا گیا۔ ملک و بیرون ملک بے پناہ جوش دیکھنے میں آیا۔ لاتعداد تقریبات ہوئیں، جھنڈے لہرائے گئے، کھانے پکے اور تقسیم ہوئے، مٹھائیاں بٹیں اور بہت کچھ ہوا۔

مسلمان کا معاملہ

ایک مسلمان، جی ہاں سچا اور مخلص مسلمان، کسی حال میں بھی اللہ تعالےٰ کو نہ بھولتا ہے اور نہ اس سے اپنا تعلق توڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہمارے خالق، مالک اور ساری کائنات کے دانا ہیں۔ انہوں نے اپنی آخری کتاب میں ارشاد فرمایا "هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ" ۔ تم جہاں ہوتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے اگر کوئی اپنی غفلت یا نالائقی کے سبب یہ سمجھ بھی لیتا ہے کہ مجھے کون دیکھ رہا ہے تو اسے یہ خیال کرنا چاہئے کہ اس کا خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کی عظمت و کبریائی پر کسی کا یقین ہو یا نہ ہو اس کی وحدت پر کوئی ایمان رکھے یا نہ رکھے لیکن وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر و واقف ہے اس لئے ایک سچے مسلمان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ مجھ سے کوئی ایسا کام نہ ہونے پائے جو اس کی مرضی و منشاء کے خلاف ہو اور جو اس کی ناراضی کا باعث ہو۔ اگر کسی وقت بندہ مومن کو خیال آتا ہے کہ مجھ سے کوئی لغزش ہوگئی تو وہ رو رو کر گڑگڑا کر معافی مانگتا اور توبہ کرتا ہے۔ بلکہ "نزدیکاں بالبصر" تو ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں کہ ہم سے ایسی کوئی بات نہ ہو جائے جو الٰہی احکامات کے منافی ہو——

بہرحال بندہ مومن اسی خیال میں رہتا ہے کہ خوشی کے مواقع میں غمی اور پریشانی کے مواقع میں خلاف شریعت کوئی قدم نہ اٹھے۔ بہادر شاہ ظفر مرحوم نے پتہ کی بات کہی کہ

ظفرؔ آدمی اسکو جانئے گا ہو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اور اگر بندہ کسی حال میں اپنی مرضی پر چل پڑتا ہے تو اس پر بُرے اثرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں اور یقیناً ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈھیل دے دیں کہ وہ ڈھیل دیا کرتے ہیں أُمْلِي لَهُمْ (الاعراف) لیکن ڈھیل کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ غلط کام کو صحت کی سند مل گئی۔ غلط ہے وہ انفرادی طور پر کوئی کرے یا اجتماعی طور پر، اور اس پر برے نتائج مرتب ہو کر رہتے ہیں ٹلتے نہیں۔

آیت کا مفہوم و ترجمہ

جو آیت تلاوت کی گئی اس میں ایک بستی کا ذکر فرمایا—— اغلباً مکہ معظمہ مراد ہے—— یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ خاص مواقع پر نازل ہونے والی آیات میں مخفی اسباق و رموز ہر دَور اور ہر زماں کے لئے ہوتے ہیں اس آیت میں جو تمثیل ہے گو کہ وہ کسی خاص بستی کی ہو لیکن حضرت لاہوری قدس سرہ کے بقول :—

"تکذیب رسول پر اللہ تعالےٰ اس قسم کا عذاب ہر وقت دے سکتا ہے۔"

آیت میں فرمایا گیا :—

"اور اللہ ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرماتا ہے۔ جہاں ہر طرح کا امن چین تھا اس کی روزی بافراغت ہر جگہ سے چلی آتی تھی، پھر اللہ کے احسانوں کی ناشکری کی۔ پھر اللہ نے ان کے ان بُرے کاموں کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے یہ مزہ چکھایا کہ ان پر فاقہ اور خوف چھا گیا۔"

دیکھا آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کا انجام، مکہ معظمہ بے آب و گیاہ جگہ واقع ہے لیکن دعائے ابراہیمی کا کرشمہ اور اللہ تعالےٰ کی رزاقیت کا ثمرہ، وہاں اشیائے خورد و نوش کی کسی طرح کمی نہ تھی۔ تازہ سبزیاں اور پھل بافراغت وہاں میسّر تھے لیکن جب رسول اُمّی، قائدنا الاعظم الاکرم محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ وہاں مبعوث ہوئے، اور انہوں نے بے راہرو مخلوق کو حق کی طرف بلایا تو انہوں نے جو سلوک کیا اس سے ہر پڑھا لکھا ذی شعور انسان واقف ہے۔ نتیجہ کیا ہوا؟ ان پر خوف اور فاقہ مسلط ہو گیا۔ وہاں جو قحط پڑے آفتیں آئیں اس سے اہلِ علم بخوبی واقف ہیں۔ محمّد عربی علیہ السلام کی رحمت اللعالمینی ہر وقت ان کے لئے دعا گو تھی لیکن ان کا طرز عمل برابر بگڑتا رہا تا آنکہ وہ خوف و فاقہ کا شکار ہوگئے۔

غلطیوں کے بعد

اور جب انہیں طویل عرصہ کے بعد اپنی غلطیوں کا احساس ہوا، ان کے شعور نے انگڑائی لی۔ محمد عربی علیہ السلام کی تعلیمات عالیہ میں انہیں اپنی فلاح نظر آئی تو اس بستی کے باسیوں نے سرکار دو عالم علیہ السلام کی نبوت و رسالت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کر لیا۔ پھر اسی فلاکت زدہ اور خوف کی ماری بستی پر ابر بہاری کے جھونکے چلے وہاں قطراتِ رحمت کا نزول ہوا روٹھا ہوا خدا راضی ہو گیا اور اس وادی غیر ذی زرع کی فلاکت و افلاس، دولت و ثروت اور خوشحالی و فارغ البالی سے اور وہاں کا خوف امن و چین سے بدل گیا۔

اور اب؟

ضابطہ اب بھی یہی ہے قرآن کریم کے متعدد مقامات اس حقیقت کے غماز ہیں کہ اقامت کتاب و احکام الٰہی کے نتیجہ میں آسمانی برکات اور زمینی خزائن اللہ کے بندوں کے لئے عام ہو جاتے ہیں لیکن جب شریعت مقدسہ سے اعراض برت لیا جائے تو پھر لہلہاتی کھیتیاں اجڑ جاتی ہیں—— ماضی کی طرف پلٹیں اس وسیع و عریض خطۂ ارضی جو آج ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ پر مشتمل ہے—— مسلمانوں کا راج تھا یہ روحانی، تہذیبی ہر اعتبار سے مطمئن تھے، معاش و تجارت پر پر ان کا قبضہ تھا اور حکومت و سیاست ان کے گھر کی لونڈی تھی۔ بدعملیوں نے ڈیرا ڈالا تو اللہ تعالےٰ کی رحمت رُوٹھ گئی—— اس ذات کبریا کو منانے کے لئے قریب قریب دو سو سال جد و جہد کرنا پڑی۔ علماء و صلحاء اور عوام چھوٹے بڑے ہر کسی نے محنت کی، خون کے نذرانے جائیدادوں کی قربانی اور بہت کچھ کرنا پڑا۔ بالاکوٹ، ۱۸۵۷ء، تحریک ہجرت، تحریک ریشمی رومال، تحریک خلافت وغیرہ سب اس قربانی کے عنوانات ہیں، آزادی ملنے کا وقت

آیا تو ہماری قیادت نے الگ خطہ کی درخواست کر دی۔ اس کا عنوان اور ماٹو "لا الٰہ الا اللہ" قرار پایا۔ قوم نے دیوانہ وار لبیک کہا۔ ملک مل گیا لیکن آہ کہ ۲۴ سال پورے ہونے کے بعد ہم دنیا کی پانچویں بڑی اور عالم اسلام کی سب سے بڑی سلطنت کے باسی ہونے کے بجائے ایک چھوٹے سے ملک کے افراد ہو گئے۔ ہم نے اپنی غلطیوں سے آدھا ملک گنوا دیا۔ ۱۹۷۱ء میں یہ حادثہ پیش آیا —— حادثہ سخت تھا اور سنگین —— پھر اللہ تعالےٰ نے مہلت دی ایک اور موقعہ بخشا اسی کا جوش و خروش ہر طرف نظر آیا گو کہ اس میں بے اعتدالیاں بھی بہت تھیں جن کا صدور مسلمانوں سے کسی شکل نہ ہونا چاہئے تھا لیکن افسوس کہ ایسا ہوا آتش بازی ہوئی۔ مال و دولت کا بڑا ضیاع ہوا —— اس لئے میں گذارش کرتا ہوں کہ اجتماعی توبہ کی ضرورت ہے اور سخت، یہ ملک امانت ہے شہیدوں اور مظلوم عورتوں کی قربانیوں کا، اللہ تعالےٰ کی امانت ہے۔ ہمارا فرض اس میں واضح ہے۔ اس فرض کی ادائیگی جس قدر جلد ہو جائے اتنا ہی بہتر ہوگا ورنہ ڈر ہے کہ اللہ نہ کرے ہم "لباس الجوع والخوف" کا شکار نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالےٰ ملک کی حفاظت فرمائے۔ اسے استحکام نصیب ہو

دعا کی درخواست

ہماری جماعت کے بڑے عزیز اور مخلص دوست عبدالرحمٰن صاحب گوجرانوالہ کے بھتیجے فرزند جناب عبدالحمید صاحب بعمر ۱۲ سال سائیکل پر سوار جا رہے تھے کہ بس نے کچل کر رکھ دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالےٰ عزیز موصوف کی کی شہادت اور مرگ ناگہانی کو اس کے والدین و اعزہ کے لئے آخرت کی بھلائیوں کا باعث بنائے۔

ادارہ اپنے دوستوں کے اس غم میں شریک ہے اور قارئین سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔ (ادارہ)

مختصر تاریخ بیت اللہ شریف زاداللہ شرفاً

بشکریہ ندائے حرم جنوری ۱۹۸۳ء — تحریر: مولانا محمد صاحب

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

تحقیق سب سے پہلی عمارت جو عبادتِ الٰہی کی غرض سے بنائی گئی ہے لوگوں کے لیے وہ ہے جو مکہ میں ہے (یعنی بیت الحرام) جو بہت برکت والی ہے اور ہدایت ہے مخلوقات کے لیے۔

تاریخی دنیا میں اور مذاکرۂ علمی کے نقطے میں سب سے اہم مسئلہ عبادات کے متعلق یہ ہے کہ ہم اپنے قبلہ وکعبہ کی حقیقت تاریخی سے واقف ہو جائیں پس جبکہ عظمتِ تاریخی اور تقدم زمانی اس کی بہ نسبت دیگر کنائس یہود و نصاریٰ وغیرہ سے ثابت ہو جائے تو خود بخود واضح ہوگا اور اس مقدس مقام کو قبلہ بنایا جانا مناسب ہے۔ کلام اللہ ناطق ہے کہ تمام آبادیوں میں اوّلیت کا درجہ بیت اللہ ہی کو حاصل ہے۔ محققین علماء نے ثابت کیا ہے کہ پہلے پہل جب بیت اللہ شریف نہیں تھا اس کی جگہ بیت المعمور تھا، جو خلقِ آدم سے پہلے فرشتوں کی عبادت گاہ تھا بعد اس کے خداوند تعالیٰ جل جلالہٗ نے اس کو اوپر آسمانوں کی طرف اٹھا لیا۔ پس جبکہ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کئے گئے اور ان کو عبادت کرنے کے لیے حکم ہوا تو انہوں نے خداوند تعالیٰ سے استدعا کی کہ یا اللہ کوئی خاص جہت جو میری عبادت کے لیے مخصوص ہو بتا دے، ادھر سے حکم خداوندی نازل ہوا کہ بیت المعمور والی جگہ پر مکانِ عبادت بنا کر نماز پڑھ، مگر یہاں تو صاف میدان ہونے کی وجہ سے پتہ نہیں لگتا تھا کہ وہ کونسی جگہ ہے اس لیے فرشتوں کو حکم ہوا۔ کہ حال والا بیت المعمور جو آسمانِ ہفتم پر ہے کہ جہاں ایک دفعہ فرشتہ داخل ہو جائے، پھر قیامت تک اس کی باری نہیں آسکتی۔ اس کی سیدھ میں زمین پر مسجد بناؤ۔ پھر جب کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں اس کی عمارت گر گئی تو ابراہیم علیہ السلام نے اس کی پھر بناء ڈالی اور ان کے بیٹے اسمٰعیلؑ پتھر لا لا کر دیا کرتے تھے، اسی کی طرف اشارہ ہے: وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ اور چونکہ حضرت ابراہیم ہی یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے جدّ امجد ہیں اس لیے ان قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد کو قبلہ بنانا گویا اقوام ثلاثہ کو اتحادِ نسبی یاد دلا کر اتحاد مذہبی کے لیے دعوت دینا تھا۔

تحویل قبلہ کا ثبوت کتاب اللہ سے: حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ جس چیز میں کوئی حکم خداوندی موجود نہ ہوتا تو اس میں اہلِ کتاب سے موافقت فرمایا کرتے، نماز آغاز نبوت میں ہی فرض ہو چکی تھی مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے مکہ کی تیرہ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی بیت المقدس کو ہی قبلہ بنائے رکھا مدینہ میں پہنچ کر بھی یہی عمل رہا مگر ہجرت کے دوسرے سال خداوند تعالیٰ نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا، یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی منشا کے موافق تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جسے مکعب ہونے کی شکل ہونے کی وجہ سے کعبہ اور صرف عبادت الٰہی کے لیے بنائے جانے کی وجہ سے بیت اللہ اور عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا تھا۔ اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ پاک کو جملہ جہات سے یکساں نسبت ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ فَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَأْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا (۲) اور یہ بھی

بتایا گیا ہے کہ عبادت کے لیے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات (۳) اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ لَیْسَ البِرَّ اَن تولوا وجوھکم قبل المشرقِ والمغرب (۴) اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تعیین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ متبعین رسول کے لیے ایک متمیز علامت قرار دیا جائے لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ یہی وجہ تھی کہ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں رہے اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ کیونکہ مشرکین مکّہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے اور کعبہ کو تو انہوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا۔ اور تین سو ساٹھ بت اس میں رکھے تھے اس لیے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنے کی بیّن علامت مکّہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہونے والا بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرے۔ جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچے وہاں زیادہ تر یہودی اور عیسائی ہی آباد تھے وہ مکّہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے بیت المقدس کو وہ بیت ایل تسلیم کرتے ہی تھے اس لیے مدینہ میں اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھیرائی گئی کہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جایا کرے یہی قبلہ تھا۔ اوّل میں ان کے لیے اور اخیر تک تمام لوگوں کے لیے یہی قبلہ رہا۔ تحویل قبلہ کا ثبوت اہل کتاب سے مجموعہ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتلا دیا تھا کہ مسجد آخر میں قبلہ قرار دی جائے گی وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی۔ نمونہ کے لیے ذیل کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں اوّل یسعیاہ نبی کی کتاب کا باب ۶ ملاحظہ کیجیے اس میں تمام عبارت مکّہ کی تعریف میں ہے خصوصًا درس ۵ سے دیکھو۔

"سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی چھ اونٹنیں کثرت سے تجھے آکے چھپا لیں گی۔ مدیان اور عیفہ کے اونٹ (۶) سب جو سبا کے ہیں۔ آئیں گے، وہ سونا اور لبان لاویں گے۔ اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میری مذبح پر چڑھائے جائیں گے۔ اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔"

واضح رہے کہ شوکت کا گھر ٹھیک لفظی ترجمہ بیت الحرام کا ہے اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے قبلہ قرار دینا ہے۔

یہ بات کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے، نہ کوئی اور مقام۔ اس دلیل سے صاف اور واضح ہو جاتا ہے کہ درس ۶۔۷ میں مدیان، عیفا، سبا، قیدار، نبیط، کے لوگوں کا جمع ہونا، قربانیاں کرنا، تلایا گیا ہے یہ پانچوں حضرت ابراہیم کے پوتے ہیں جو عرب میں آباد ہوتے اور جن کے نسل کے قبیلے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے دین میں داخل ہوئے، نہ عیسائی تھے اور نہ یہودی تھے اور ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح منیٰ ہی پر قربانیاں پیش کی تھیں۔ قوموں کے نام، منیٰ کا پتہ عرب کا قاطبۃً مسلمان ہونا، حجۃ الوداع میں سب کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا ایسے تاریخی واقعات ہیں جو مندرجہ بالا آیات کے معنی کو بالکل یقینی بنا دیتے ہیں۔

"دوم حجّی نبی (ق۔م ۵۲۰ سال) کی کتاب میں ہے۔ ت ۹، اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ رب الافواج فرماتا ہے کہ میں اس مکان کو سلام (سلامتی یا سلام) بخشوں گا۔"

عربی بائبل مطبوعہ ۱۸۷۱ء مقام آکسفورڈ صفحہ ۱۳۳۹ پر اس آیت میں لفظ سلام اور اردو بائبل مطبوعہ مرزا پور میں سلامتی ہے اس لیے اہل اسلام کا حق ہے کہ اس کا ترجمہ سلام کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں سلامتی پر رہنے کا ذریعہ اسلام ہی ہے۔ بفحوائے حدیث اَسْلِمْ تَسْلَمْ سوم زبور میں درس ۸۴ میں ہے۔

زبور عربی

(۴) "طوبیٰ للساکنین فی بیتک ابدًا یسبحونک (سلاہ) (۵) "طوبیٰ لاناس عزھم بک طرق بیتک فی قلوبھم" (۶) "عابرین فی وادی البکاء یصیرونہ ینبوعًا۔" "ایضًا ببرکاتٍ یغطون صورتاً۔"

کتاب المقدس طبع بنفقہ "الجمعیۃ البریطانیہ والاجنبیہ انشار الکتب المقدسۃ فی مطبعۃ المدرسۃ من المدینۃ اوکسفورڈ فی سنۃ ۱۸۷۱ مسیحیۃ

زبور اردو

(۴) "مبارک وہ ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں وہ سدا تیری ستائش کریں گے" (سلاہ) (۵) "مبارک ہیں وہ انسان جن میں قوت تجھ سے ہے ان کے دل میں تیری راہیں ہیں" (۶) وہ بکا کی وادی میں گذر کرتے ہیں اسے ایک کنواں بناتے۔" یہی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔" (کتاب مقدس مطبوعہ آرفن سکول مرزا پور ۱۸۷۰ء)

عربی اور اردو دونوں کتابوں سے جو ایک ہی مشن سوسائٹی کی شائع شدہ ہیں۔ متفق طور پر جو باتیں معلوم ہوتی ہیں ان سب کا ثبوت مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) ساکنین بیت جن کا ذکر درس ۴ میں ہے وہ اسمٰعیلؑ اور ان کی اولاد میں ہے۔ حضرت ابراہیم کی دعا قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ربّ انی اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرع عند بیتک المحرم (اے خدا میں نے اپنی ذریت کو اس وادی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی۔ تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا)

(ب) یہ وادی جس کی صفت آیت بالا میں غیر ذی زرع ہے اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بکّہ ہے۔ اِنّ اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ (پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہے وہ مکّہ میں ہے) اب قرآن اور زبور کا اتفاق ہوگیا کہ مکّہ کا نام خدا کے ہاں بکّہ ہے۔

(ج) اب ایک کنواں بنانے کا ثبوت باقی رہ گیا ہے جو وادی بکّہ میں ہو۔ بخاری کی حدیث (کتاب الانبیاء ص ۲۳۳) عن ابن عباس میں اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کے یہاں آنے اور آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے اس میں یہ عبارت ہے۔ فلما بلغت الوادی سعت (جب ہاجرہ اس وادی میں پہنچی تو وہاں (پانی کے لیے) دوڑی) پھر کسی قدر آگے یہ عبارت ہے ھفتیہ علی الارض فانبثقت الماء قد ھشت اسمعیل فجعلت تحفر۔ (فرشتہ) نے دو ایڑیاں زمین پہ ماریں پانی ابل پڑا۔ اسمٰعیل کی ماں حیران رہ گئی، پھر اس کو کھود کر کنواں بنانے لگی) ناظرین آپ نے دیکھا کہ زبور کے اس مقام میں بکّہ کا نام بھی نکل آیا وہاں ایک کنواں بھی ثابت ہوا اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا ہمیشہ یادِ خدا میں رہنا بھی ثابت ہوگیا۔ الغرض بکّہ، بیت اللہ، زمزم، اولاد اسمٰعیل صاف طور پر ثابت ہیں وللّٰہ الحمد، فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے اس گھر کو جو وادیٔ بکّہ میں ہے ہمارا قبلہ بنایا، نہ کہ یروشلم (مسجد اقصیٰ) کو ایک ایسے دینِ اسلام کے لیے جس کی بابت لیظہرہ علی الدین کلّہ (وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے) فرمایا گیا ہے، اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا، نہ کہ اس کا جسے ہر ایک فاتح کافر نے توڑا اور ویران کیا اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا، جلاوطن ہونا پڑا، بالآخر اللہ تعالیٰ سے ہماری استدعا ہے کہ خداوند جل وعلیٰ اسی ہمارے مقدس ومطہر قبلہ کو اور اس کے پاس رہنے والوں کو آباد و شاداب رکھے۔

اے اسلام کی بیٹیو!

تمہارے بڑھے ہوئے ناخن

کٹے ہوئے بال ——

—— اور ——

بے نقاب چہرہ ——

اسلامی اصولوں سے بغاوت

کی دلیل ہیں۔

خاموش مبلّغ ملتان

ظہیر احمد بوسے والا

امامِ انقلاب

مولانا عبیداللہ سندھیؒ

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ ۱۹۳۹ء میں جب بیرون ممالک کا وسیع دورہ کرنے کے بعد وطن پہنچے تو اس وقت پورے ہندوستان میں آپؒ کے متعلق چھپنے والے مضامین و مقالات کی بھرمار تھی جن میں انتہائی مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ ایک مضمون نگار نے مولانا کا نسب نامہ جموں وکشمیر کی ریاست کے شاہی خاندان سے جا ملایا۔ اس کے علاوہ بھی مولانا سندھیؒ کے متعلق بہت کچھ شائع ہوا جس میں آپؒ کے مجاہدانہ کارناموں پر گہری روشنی ڈالی گئی تھی۔ ان اخبارات اور رسائل کا مطالعہ جب مولانا نے مکہ مکرمہ میں کیا تو انہیں ان کا نہایت صدمہ ہوا۔ چنانچہ آپؒ نے اپنی روانگی سے قبل ہی اپنے مختصر حالاتِ زندگی سپرد قلم کرکے اخبارات کو اشاعت کے لئے بھیج دیئے جو انہی دنوں شائع ہو گئے

ولادت

مولانا عبیداللہ سندھیؒ شب جمعہ قبل صبح ۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ بمطابق ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو چیانوالی (ضلع سیالکوٹ) میں ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد ان کی پیدائش سے ۴ ماہ قبل ہی انتقال کر گئے تھے۔ دو سال کی قلیل مدت کے بعد ان کے دادا کا انتقال ہو گیا۔

مطالعہ اسلام

طالب علمی کے زمانہ میں آپؒ کے ایک ہندو ساتھی نے آپ کو ایک کتاب تحفۃ الہند نامی دکھائی۔ کتاب کا مسلسل کئی روز تک مطالعہ کیا تو بتدریج اسلام کی حقیقی معنویت دل پر نقش ہوتی چلی گئی۔ چند اور ہندو دوستوں کی وساطت سے آپ کو "شہید بالاکوٹ" مولانا شاہ اسمٰعیل شہید نور اللہ مرقدہٗ کی تصنیف کردہ کتاب "تقویۃ الایمان" ملی۔ اس کے مطالعہ سے آپؒ بالکل ہی اسلام کی عظمت کے گرویدہ ہو گئے۔

اظہارِ اسلام

کوٹلہ مغلاں کے ایک دوست عبدالقادر کے ساتھ آپؒ ۱۸۸۷ء میں کوٹلہ "رحم شاہ" (ضلع مظفر گڑھ) پہنچے

اس وقت آپؒ کی عمر پندرہ سال تھی سنتِ تطہیر کے بعد انہیں پتہ چلا کہ ان کے عزیز و اقارب ان کا پیچھا کر رہے ہیں تو آپؒ کوٹلہ سے سندھ تشریف لے آئے۔ سندھ میں سید العارفین مولانا حافظ محمد صدیقؒ سے اکتسابِ فیض کیا، ۴ ماہ ان کی خدمت میں رہنے کے بعد انہوں نے اپنے شاگرد رشید کو اس دعا سے رخصت کیا کہ "اے اللہ عبیداللہ کو کسی راسخ العقیدہ عالم کی صحبت نصیب فرما دے۔" پھر یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و انعام سے آپؒ کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے پاس بھیج دیا۔

حضرت شیخ الہند کی خدمت میں

۱۳۰۷ھ میں آپ واپس دارالعلوم دیوبند پہنچے، تین ماہ تک حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے پڑھتے رہے اس کے بعد حضرت شیخ الہند کے درس میں شامل ہو گئے، شرح عقائد، ہدایہ، مطوّل، مسلم الثبوت اور توضیح تلویح وغیرہ کا امتیازی نمبروں میں امتحان پاس کیا۔ مولانا سید احمد صاحب دہلوی جو کہ مدرس اول تھے اور جنہوں نے مولانا کا امتحان لیا تھا۔ آپؒ کے جوابات سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اگر اس (مولانا عبیداللہ سندھی) کو کتابیں مل گئیں اور مطالعہ جاری رہا تو یہ شاہ عبدالعزیزؒ ثانی ہوگا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام ابوحنیفہؒ کی زیارت کی ایک رات حضرت امام کو بھی خواب میں دیکھا۔ جامع ترمذی حضرت شیخ الہند سے پڑھی۔ سنن ابی داؤد پڑھنے کے لئے آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے۔ حدیث کی باقی کتابیں مولانا عبدالکریم پنجابی سے پڑھیں مولانا اپنی خود نوشت میں رقمطراز ہیں کہ میں نے سنن ابی ماجہ اور سنن نسائی چار روز میں ختم کی اور مراجی کو صرف دو گھنٹے میں پڑھ لیا۔

شادی

سید العارفین حضرت مولانا حافظ محمد صدیقؒ صاحب کے خلیفہ ثانی مولانا تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سندھی کا نکاح، اسلامیہ ہائی سکول (سکھر) کے ایک استاد مولوی محمد عظیم یوسف زئی کی صاحبزادی سے کرا دیا۔

مولانا عبیداللہ سندھی کی علمی صلاحیتوں کا مرکز

مولانا کی یہ بڑی سعادت اور خوش قسمتی تھی کہ انہیں علم القرآن اور علم الحدیث کی تفاسیر میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے لے کر امام ولی اللہ دہلوی تک تمام سلسلۂ علماء ان کا رہبر و راہنما بنا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو اپنی اس خوش قسمتی پر ہمیشہ ناز رہا۔ جس کا آپ مختلف مجالس میں بارہا ذکر بھی کرتے رہتے تھے

سیاسی شغف

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے طالب علمی کے زمانہ سے ہی حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ تصنیف کردہ کتابیں اور ان کی مجاہدانہ زندگی سے متعلق کتب کا مطالعہ کر لیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب کی سوانح عمری کے مطالعہ سے آپؒ کا مولانا مرحوم سے غائبانہ تعارف ہو گیا اس تعلق کو آپؒ نے اپنی زندگی کا مشن بنا لیا نیز مولانا عبدالکریمؒ نے سقوط دہلی کی آنکھوں دیکھی کہانی آپؒ کو بتائی تھی پھر مابعد زمانہ کے حادثات و واقعات نے آپ کے دل و دماغ میں انقلاب برپا کر دیا، بقول مولانا سندھیؒ کے میں نے حضرت شاہ صاحب کے مکاتیب و مضامین سے ایک مرکزی نکتہ کو لے کر اپنا مختصر مگر جامع سیاسی پروگرام بنایا جو اسلامی بھی تھا اور ساتھ ساتھ انقلابی بھی پھر میں نے ان وضع کردہ اصولوں سے اپنے خیالات کے مطابق آہستہ آہستہ کام شروع کر دیا۔

جمعیۃ الانصار دیوبند

حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو ۱۳۲۷ھ میں دیوبند واپس بلایا اور آپؒ سے فرمایا کہ تم دیوبند میں رہ کر کام کرو اس طرح تمہارا تعلق سندھ سے بھی قائم رہے گا۔ چنانچہ مولانا آپ چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتے رہے۔

نظارۃ المعارف دہلی

کچھ عرصہ بعد حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ آپ بحکم حضرت شیخ الہند دہلی چلے آئے ۱۳۳۱ھ میں نظارۃ المعارف کا قیام عمل میں آیا جس کے سرپرست شیخ الہندؒ تھے۔ یہاں حضرت شیخ الہند نے آپ کا تعارف نواب وقار الملک، حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری سے کرایا۔ پھر ڈاکٹر انصاری نے محمد علی مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد سے آپ کا تعارف کرایا۔

کابل کا سفر

جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء مولانا عبیداللہ سندھی، حضرت شیخ الہندؒ کے ارشاد پر کابل چلے گئے پروگرام کا کچھ علم نہ تھا مگر حضرت الہند کے فرمانے پر آپؒ کابل پہنچ گئے۔ وہاں پر اللہ تعالےٰ نے آپ کو بہتر طور پر کام کرنے کا موقع بہم پہنچا دیا۔ یہاں آپؒ ۱۳۴۰ھ تک حکومت کابل کی شراکت میں اپنا ہندوستانی مشن پائے تکمیل تک پہنچانے میں لگے رہے

سیاحتِ روس

آپ کا ۱۹۲۲ء میں سات مہینے تک ماسکو (روس) میں قیام رہا ۱۹۲۳ء میں ترکی چلے گئے روس میں آپؒ نے اپنے دوستوں کی وساطت سے سوشلزم کا وسیع مطالعہ کیا۔ وہاں آپؒ معزز مہمان کی حیثیت سے مقیم تھے۔ مولانا نے اس بات کی تردید کی کہ انہوں نے لینن سے ملاقات کی تھی فرماتے ہیں کامریڈ لینن اس وقت اتنا بیمار تھا کہ اپنے قریبی دوستوں کو بھی پہچان نہ سکتا تھا۔

انقلابی جدوجہد

ماسکو سے روانہ ہوتے ہوئے آپ سفیر ترکی کی سفارش سے انقرہ گئے وہاں تین سال تک قیام رہا۔ ترکی میں تحریک اتحاد الاسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد اس پروگرام کو ترکی پریس سے شائع کرنے کے لئے ترکی حکومت سے اجازت لی۔ وزارت خارجہ نے مختلف مترجموں سے ترجمہ کرا کر اس بات کا پوری طرح اطمینان کیا کہ کہیں اس پروگرام میں کوئی قابل اعتراض بات تو نہیں جب یہ اطمینان ہو گیا تو آپ کو اس پروگرام کی اشاعت کی اجازت ملی۔ انگریزی طبقہ کی سہولت کے لئے آپؒ نے اس انقلابی پروگرام کا انگریزی ترجمہ بھی کیا۔

حجاز کا سفر

۱۳۴۴ھ میں مکۃ المعظمہ میں مؤتمر خلافت کانفرنس منعقد ہوئی۔ آپؒ نے اس میں شامل ہونے کی بہت کوشش کی مگر اٹلی کا راستہ اختیار کرنے پر کافی وقت ضائع ہو گیا جب آپؒ وہاں پہنچے تو کانفرنس ختم ہو چکی تھی۔

وطن واپسی

یہ ۱۹۳۹ء کا سال اور مارچ کا مہینہ تھا، جب مولانا عبیداللہ سندھی وطن واپس تشریف لائے۔

سفرِ آخرت

جون ۱۹۴۴ء کے اوائل کا زمانہ تھا جب مولانا سندھ کا دورہ کر رہے تھے۔ صحت بالکل جواب دے چکی تھی، کچھ عرصہ تک ساتھیوں کے اصرار پر کراچی میں علاج معالجہ کراتے رہے مگر اپنے شیخ کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کی تڑپ کسی کل بھی چین نہ لینے دیتی تھی۔ آپ ہمیشہ حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریات و افکار کو عام کرنے میں مگن رہے۔ اسی سال اگست کے مہینہ میں آپ سخت علیل ہو گئے کافی علاج ہوا مگر جانبر نہ

ہو سکے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس انقلاب کے داعی بن کر اٹھے تھے جس کے نفاذ سے ایک عالم لادینیت کے بہتے ہوئے سیلاب کی زد میں آنے سے بچ سکتا تھا۔ آپ کو حضرت شاہ ولی اللہ کے علوم و حکمت پر کاملاً عبور حاصل تھا۔ یہ بات درست ہے کہ جس قوم کے چند افراد کے ہاتھوں میں اس کا مستقبل ہو اور قوم کے گاڑھے پسینے کی کمائی ملک معدودے چند افراد کے قبضہ میں ہو اور وہ افراد کی لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ کی مکمل تصویر ہوں تو ایسے ملک میں تو خصوصیت سے آپؒ کے افکار اور انقلابی پروگرام کو نافذ کرنا وقت کا ایک ضروری اور اہم مطالبہ ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

فرق باطلہ

بہاء اللہ ایرانی

ارسال کردہ: عبد الجلیل مدرس مظاہر العلوم کوٹ ادو

مرزا حسین علی نوری المعروف بہاءُ اللہ بن مرزا عباس ایرانی ۲ر محرم ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۲ر نومبر ۱۸۱۷ء بروز بدھ قصبہ نور اور بقول بعض تہران میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ کی ۹ بیویاں تھیں جن سے تیرہ بچے پیدا ہوئے۔ ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ء میں جبکہ اس کی عمر بائیس سال کی تھی والد فوت ہو گیا ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء میں جب بہاء اللہ کے استاد علی محمد باب نے الہام اور مامور من اللہ ہونے کا دعوےٰ کیا تو اس نے ابتداء ہی میں اسے تسلیم کر لیا۔ اگرچہ بابی تحریک کے ابتدائی اٹھارہ اراکین میں بہاء اللہ کا نام شامل نہیں۔ تاہم پھر بھی اس نے بہت جلد اس تحریک میں اہم مقام حاصل کر لیا محرم ۱۲۶۵ھ دسمبر ۱۸۴۸ء میں یہ بغداد پہنچا جو اس وقت ترکی حکومت کے زیر نگیں تھا وہاں اس نے بابی تحریک میں نئے سرے سے جان ڈال کر اس نہج پر چلایا جو ایرانی حکومت کے لیے سراسر نقصان دہ تھا۔ برطانوی حکومت کی طرف سے بھی بہاءُ اللہ کو برطانوی شہری بننے اور اپنی امان میں ہندوستان بھجوانے کی پیش کش ہوئی۔ اس قسم کے مخدوش حالات دیکھ کر ایرانی حکومت نے ترکی حکومت سے درخواست کی کہ چونکہ بغداد ایرانی سرحد سے قریب ہے اس لیے بہاءُ اللہ کو کسی دوسرے مقام پر بھیج دیا جائے۔ چنانچہ مشورہ کے بعد یکم ذی قعد ۱۲۷۹ھ مطابق ۲۰ر اپریل ۱۷۶۳ء بروز پیر بہاءُ اللہ اپنی دونوں بیویوں، تین بچوں اور دوسرے مبلغین کے ہمراہ قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے کرکوک، موصل اور دیار بکر ہوتا ہوا وہاں پہنچا۔ چار ماہ بعد اسے ادرنہ بھجوا دیا گیا جہاں بہاءُ اللہ نے اپنے وہ مخفی ارادے واشگاف کر دیے جو دیر سے دل میں چھپائے ہوئے تھا۔ ضروری سامان جمع کر لینے اور راستے کو ہموار کر لینے کے بعد اس نے مَنْ یُّظْهِرُهُ اللّٰهُ ہونے کا دعوےٰ کر دیا ——
علی محمد باب نے بھی اپنے بعد ایسے شخص کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور دوسرے بابیوں مثلاً مرزا عبد اللہ غوغا۔ حسین میلانی، حسین ہندیانی وغیرھم نے بھی اس مقام کا دعویٰ کیا تھا لیکن بہاءُ اللہ زیادہ مشہور ہوا اور بابیوں کی اکثریت نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا البتہ اس کے بھائی صبح ازل اور بعض دوسرے بابیوں نے اس کے دعویٰ کی مخالفت کی اور روز بروز اس میں ترقی ہوتی چلی گئی حتّٰی کہ باہم لڑائی جھگڑا اور قتل و غارت تک نوبت پہنچ گئی جب ترکی حکومت نے یہ دیکھا کہ ان کا باہمی اختلاف امن عامہ کے منافی ہو چکا ہے تو اس نے یحییٰ صبح ازل کو قبرص اور بہاءُ اللہ کو عکّہ (فلسطین) میں قید کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ۲۵ ربیع الثانی

۱۲۸۵ھ مطابق ۵ر اگست ۱۸۶۸ء بروز بدھ روانہ ہو کر ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۳۱ر اگست بروز پیر بہاءُ اللہ اور اس کے ساتھی عکہ پہنچ گئے وہاں اور دوسرے مختلف مقامات پر قید و بند کی صعوبتیں اٹھانا پڑیں آخری ایام بڑی تلخی اور رنج و غم میں گزارے ——

۱۲ شوال ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۰ر مئی ۱۸۹۲ء بروز اتوار بیمار ہوا اور یکم ذوالقعدہ ۱۳۰۹ھ ۲۸ر مئی ۱۸۹۲ء بروز ہفتہ پچھتر سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

بہاءُ اللہ کے بارے میں اس کے پیروکار یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ گویا وہ خود خدا تھا اور انسانی مشکل و حوائج کے ساتھ ظہور پذیر ہوا۔ خود بہاءُ اللہ نے اشراقات میں معصومیت کی ایک قسم لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ لکھی ہے۔ بہائیوں کے نزدیک یہی معصومیت بہاءُ اللہ کو حاصل تھی۔ (حالانکہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہ جو چاہے کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں)

اس کے استاد علی محمد باب نے من یظہرہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ لایسئل عما یفعل کا مصداق ہو گا۔ وہ زندگی کا میدان ہے۔ وہ الٰہ ہے۔ وہ تمام اسماء و صفاتِ الٰہی کا منبع ہے۔ وہ خود ہی ذاکر اور خود ہی مذکور تھا

(الاقدس ص۱۷۰)

پروفیسر براؤن کی بھی یہی تحقیق ہے کہ بہاءاللہ کا دعویٰ خدا ہونے کا تھا۔ بہائیوں کی بہت بڑی تعداد اس کا یہی مقام مانتی ہے۔

(مشہور بہائی مصنف
مرزا محمد جواد قزوینی کی کتاب کا انگریزی ترجمہ ص۱۱۱)

۔نیز بہائی شریعت میں بلا امتیاز مذہب و ملت حتّٰی کہ مشرکین سے بھی نکاح جائز ہے۔ مہر پچانوے مثقال سونے سے زیادہ جائز نہیں (مثقال ۴½ ماشہ کا ہوتا ہے) قبلہ بیت اللہ کی بجائے بہاءاللہ کی جائے وفات عکہ ہے۔ روزے ایک ماہ کے بجائے صرف انیس یوم کے ہیں جو مارچ میں رکھے جاتے ہیں اور صبح صادق کی بجائے طلوع شمس سے شروع ہوتا ہے، کسی کا مکان نذرِ آتش کرنے والے کو نذرِ آتش یا عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔ زنا کی سزا نو مثقال سونا جرمانہ، دوسری بار یہ جرم کرنے پر اٹھارہ مثقال۔

بہائی تعلیمات میں اخفاءِ راز کو ہمیشہ اہمیت دی گئی ہے ذَهَبُكَ ذِهَابُكَ مَذْهَبُكَ۔ یعنی اپنی دولت اپنا سفر اور اپنا مذہب چھپانے کی تلقین عام طور پر کی جاتی ہے۔

ازواج و اولاد: بہاء اللہ نے دو شادیاں کیں اور ہر ایک سے چھ چھ بچے پیدا ہوئے۔ پہلی شادی ۱۸۳۵ء اٹھارہ برس کی عمر میں نواب نامی عورت سے کی اس سے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ (۱) صادق (۲) عباس آفندی عبد البہاء (۳) علی محمد (۴) مہدی (۵) علی محمد (۶) بہیّہ خانم ——
دوسری شادی ۱۸۴۹ء میں اپنی چچا زاد بہن مہد علیا سے کی۔ اس سے چار لڑکے (۱) محمد علی (۲) علی محمد۔ (۳) ضیاء اللہ (۴) بدیع اللہ اور دو لڑکیاں (۱) صمدیّہ خانم (۲) لڑکی جو دو سال کی عمر میں فوت ہو گئی تھی۔ پہلی بیوی کے لڑکے عباس افندی کو بہاء اللہ نے غصنِ اعلیٰ کا لقب دیا۔ اور دوسری بیوی کے محمد علی کو غصنِ اکبر کا خطاب دیا تھا۔

بہاء اللہ کی وفات کے بعد دونوں بھائیوں میں شدید اختلافات کی وجہ سے بہائیت دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ عبد البہاء عباس افندی کے پیروکار مارقین اور محمد علی کے پیروکار ناقضین کے نام سے مشہور ہوئے۔

(ماخذ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص۹۶ تا ۱۰۰
جلد ۵ مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور)

مرکزِ مہر و وفا

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر

نذرِ عقیدت

حضرت الحاج مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپوری — عثمانی

اے شہنشاہِ ولایت صاحبِ عالی دماغ
ظلمتوں میں حکمت و عرفاں کے ایک روشن چراغ

اے مفسّر اے محدّث اے امام الاتقیاء
کشتیٔ ملّت کا تو اس دور میں ہے ناخدا

پیرِ دانا جس کو کہتے ہیں وہ تیری ذات ہے
حکمتوں کا ایک خزانہ تیری ایک ایک بات ہے

تیری خدماتِ جلیلہ بے نظیر و بے مثال
ایسے زمانے میں درخشاں آفتابِ لازوال

بحرِ عرفانی کا بے شک دُرِ یک دانہ ہے تُو
گلستانِ علم و تقویٰ کا گلِ رعنا ہے تُو

جو ہزاروں سال میں پیدا ہو وہ گوہر ہے تُو
بے گمان بے شبہ فضلِ خالقِ اکبر ہے تُو

آج حاتم بھی ہے نادم تیری خوانِ عام پر
اللہ اللہ یہ نظر مہمان کے اکرام پر

تیری ذاتِ پاک پر اللہ کا انعام ہے
تیری مجلس میں خدا کا ذکر صبح و شام ہے

تجھ سے روشن خانقاہ و مدرسہ کی انجمن
ہر ہوسناکے نہ داند جامِ سنداں باختن

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْن

شانِ اصحابِ رسولؐ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے مکتوبات کی روشنی میں.

پروفیسر حافظ عبد المجید، چکوال۔

امام مالکؒ کا فتویٰ

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں :۔

"اور امام مالکؒ جو تابعین میں سے ہیں اور اپنے دور میں مدینہ منورہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ان کا فتوےٰ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے رفیق عمرؓو بن العاص کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔ امام مالکؒ نے حضرت معاویہؓ کی گالی کو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی گالی کے حکم میں قرار دیا ہے۔ (یعنی ان کے نزدیک ان دونوں جرموں کی سزا قتل ہے) پس یہ معاملہ تنہا حضرت معاویہؓ کا نہیں ہے۔ تقریباً نصف صحابہ کرامؓ ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت علیؓ سے جنگ کرنے والوں کو کافر یا فاسق کہا جائے تو آدھے دین سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جو ان ہی کی نقل و روایت سے ہم تک پہنچا ہے۔ اور اس انجام سے کوئی ایسا زندیق اور ملحد ہی راضی ہو سکتا ہے جس کا مقصد دین کو برباد کرنا ہو۔"

امام غزالیؒ اور علامہ ابن حجر کا قول

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں :۔

"امام غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کی وہ جنگ خلافت کے بارے میں نہیں تھی۔ بلکہ اس کا تعلق بھی حضرت عثمانؓ کے قصاص ہی سے تھا۔ اور شیخ ابن حجرؒ نے بھی اس کو اہل سنت کے عقائد میں شمار کیا ہے۔" (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۵۱)

مسلکِ اعتدال

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں :۔

"اے بھائی! اس بارے میں سلامتی کی راہ اور نجات کا راستہ یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی اختلافات اور جنگوں کے متعلق خاموشی اختیار کی جائے اور زبان کھولی ہی نہ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ یعنی میرے صحابہؓ میں جو جھگڑے ہوں تم ان سے الگ رہو۔

نیز آپؐ نے فرمایا :۔

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا۔ یعنی میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اور اس کا خوف کرو۔ اور ان کو اپنی بدگوئی کا نشانہ نہ بناؤ۔" (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

اویس قرنیؒ اور حضرت معاویہؓ میں سے کون افضل ہے؟

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"اور صحبت نبویؐ کی فضیلت تمام دوسرے فضائل و کمالات سے اعلیٰ و بالا ہے اور اسی واسطے وہ اویس قرنیؒ جو بلاشبہ تابعین میں افضل ترین ہیں کسی ادنےٰ صحابی کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ پس کسی چیز کو بھی صحابیت کی فضیلت کے ہم پلّہ نہ ٹھہراؤ۔ کیونکہ ان کا ایمان تو صحبتِ نبویؐ کی برکت اور نزولِ وحی کے مشاہدہ کی وجہ سے شہودی ہو گیا ہے۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

عمر بن عبد العزیزؒ اور حضرت معاویہؓ میں سے کون افضل ہے

ایک اور مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر فرماتے ہیں :

"حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں سے کون افضل ہے؟ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کرتے ہوئے معاویہؓ جس گھوڑے پر سوار ہوئے اس کی ناک میں جو غبار پہنچا وہ غبار بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔ (مکتوبات دفتر اوّل مکتوب ۵۸)

صحبتِ نبوی کی فضیلت اور حضرت معاویہؓ

ایک اور مکتوب میں مجددؒ فرماتے ہیں :

"صحبت کے برابر کسی چیز کو بھی نہ ٹھہراؤ۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ کرام صحبت ہی کی وجہ سے انبیاء کے علاوہ سب پر فضیلت لے گئے اور اویس قرنی اور عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے جلیل القدر حضرات سے بھی افضل ٹھہرے۔ حتیٰ کہ صحبت نبوی ہی کی برکت سے امیر معاویہؓ کی غلط رائے اور حضرت عمروؓ بن العاص کی بھول چوک، اویس قرنیؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی صوابدید اور صحیح رائے سے افضل قرار پائی کیونکہ ان بزرگوں کا ایمان، شرفِ صحبت و دیدار حضرت رسالت اور معائنہ وحی و ملائک اور مشاہدہ معجزات و خوارق کی وجہ سے شہودی ہو گیا اور بعد والوں نے جس کو صرف سنا اس کو انہوں نے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بھلا دوسروں کو یہ چیزیں جو تمام فضائل و کمالات کی اصل ہیں کہاں نصیب ہوتیں۔"

(مکتوبات دفتر اوّل مکتوب نمبر ۱۲۰)

چھوٹا منہ بڑی بات

ایک اور مکتوب میں مجددؒ فرماتے ہیں :-

"حضرت علیؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والے مسلمان ایک جم غفیر ہیں جو سب کے سب اصحابِ کبار ہیں۔ جن میں بعض کو (نام لے کر) جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کو کافر اور بُرا کہنا آسان نہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (چھوٹا منہ بڑی بات) قریباً نصف دین اور شریعت ان ہی کے ذریعہ پہنچی ہے۔ اگر وہ مطعون ہوئے تو نصف دین سے اعتماد ہٹ جاتا ہے۔ یہ بزرگوار کسی طرح قابل طعن نہیں ہو سکتے ہیں جب کہ ان میں سے کسی کی روایت کو کسی امیر اور وزیر نے رَد نہیں کیا۔" (صحیح بخاری)

یہی حضرت امیر کے دوستوں کی بھی روایتیں ہیں اور مخالفوں کی بھی۔ اور مدافعت اور مخالفت کے باعث کسی کو راجح اور مرجوع نہیں جانا۔ جس طرح حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں اسی طرح حضرت معاویہؓ سے۔ اگر حضرت معاویہؓ اور ان کی روایت میں کسی کا طعن ہوتا تو ان کی روایت ہرگز اپنی کتاب میں درج نہ کرتے۔" (مکتوبات دفتر دوم۔ مکتوب نمبر ۲۶)

ایک عجیب و غریب خواب

حضرت مجددؒ کے ایک خلیفہ ہیں علامہ بدرالدینؒ۔ انہوں نے اپنی کتاب حضرات القدس کی جلد دوم میں لکھا ہے :-

"ایک سیّد صاحب نے بیان کیا ہے کہ مجھے ان لوگوں سے جو حضرت علیؓ سے لڑے تھے۔ خصوصاً حضرت معاویہؓ سے نفرت تھی۔ ایک رات حضرت مجددؒ کے مکتوبات قدسی آیات کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس میں آپ کی یہ تحریر نظر آئی کہ امام مالکؒ کے نزدیک حضرت معاویہؓ کو بُرا کہنا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو بُرا کہنے کے برابر ہے۔ میں اس نقل کو دیکھتے ہی آپ سے آزردہ ہو گیا اور آپ کے مکتوبات کو زمین پر ڈال دیا۔ اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ہیں اور میرے دونوں کان پکڑ کر فرما رہے ہیں اے طفلِ نادان ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور ہمارے کلام کو زمین پر ڈال دیا۔ اگر میری اس تحریر کا تجھے اعتبار نہیں ہے تو میں تجھ کو حضرت علیؓ کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپ اسی طرح کشاں کشاں مجھے ایک باغ میں لے گئے۔ وہاں ایک عمارت عالیشان تھی۔ ایک بزرگ اس میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے ان بزرگ کے سامنے تواضع فرمائی اور وہ بشاشت کے ساتھ آپ کو ملے اس کے بعد مجھ سے فرمایا۔ کہ اس وقت حضرت امیرؓ تشریف فرما ہیں سنو کیا فرماتے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔

حضرت امیرؓ نے فرمایا کہ خبردار، ہزار بار خبردار! اصحابِ سیّد ابرارؐ کے ساتھ ہرگز کدورت نہ رکھو اور ان کے عیوب بھی مت بیان کرو۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی کہ کون سی حقانی نیتوں نے ہم میں اور ان میں جھگڑا ڈالا ہے۔ پھر حضرت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے کلام کا بھی انکار نہ کرو۔

راوی کہتا ہے کہ باوجود اس نصیحت کے میرا دل کدورت سے پاک نہ ہُوا تھا۔ حضرت امیرؓ نے آپ کو حکم دیا کہ بہت زور سے ایک تھپڑ میری گدی پر ماریں۔ اس وقت میں نے اپنے دل کو اس کدورت سے صاف پایا اور آپ کے اور آپ کے کلام کی نسبت اعتقاد کامل حاصل ہُوا۔"

(حضرات القدس جلد دوم ص ۱۴۱)

خلاصہ اس پورے مضمون کے مندرجات کو مختصراً اس طرح درج کیا جا سکتا ہے :-

۱۔ حضرت معاویہؓ مومن، مسلم اور صحابیٔ رسولؐ تھے۔ کاتبِ وحی تھے۔

۲۔ حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ سے اختلاف دمِ عثمانؓ میں تھا نہ کہ خلافت میں۔

۳۔ حضرت معاویہؓ امامِ عادل تھے۔ خالق و مخلوق کے حقوق پورا کرنے والے تھے۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے حق میں دعائیں کیں۔

۵۔ امام مالکؒ کے نزدیک حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو بُرا کہنے والا خلفائے ثلاثہؓ کو گالی دینے والے کی طرح واجب القتل ہے۔

۶۔ حضرت غوث الاعظمؒ حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کے سم کے غبار کو اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔

۷۔ عبداللہ بن مبارکؒ کے نزدیک جہاد کرتے وقت حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار پڑا اس کا درجہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے بلند ہے۔

۸۔ اویس قرنیؒ افضل ترین تابعی ہیں لیکن حضرت معاویہؓ ان سے بھی افضل ہیں۔

۹۔ مسلکِ اعتدال یہ ہے کہ صحابہؓ کے اختلافات کے سلسلہ میں کسی صحابیؓ کو مطعون نہ کیا جائے۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔

بچوں کے لئے

حضرت عزیر علیہ السلام

ابوالریاض لائلپور

پیارے بچو! تیسرے پارہ کے دوسرے رکوع میں ایک واقعہ آیا ہے۔ آج ہم آپ کو وہ واقعہ سناتے ہیں۔ بخت نصر ایک بڑا ظالم بادشاہ گزرا ہے۔ اس نے بیت المقدس جیسے متبرک شہر کو ویران کر دیا اور بنی اسرائیل کے معزز لوگوں کو بے عزت کر کے قید کر لیا شہر کی عمارتیں تباہ و برباد کر دیں نیز تمام باغات وغیرہ اجاڑ دیے اور تمام شہر اور اس کا ارد گرد سنسان بنا دیا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ اس ظالم نے اُن کو بھی قید کر لیا۔ جب آپ اس کی قید سے رہا ہوئے اور بیت المقدس کے پاس سے گزرے تو اس کو برباد دیکھ کر دل میں خیال لائے کہ مولا کریم! یہ عظمت والا شہر پھر بھی کبھی آباد ہو گا۔

اسی خیال میں وہ شہر کے باہر سستانے کو ٹھہر گئے۔ اور اپنی سواری ایک درخت سے باندھ دی — خداوند کریم نے فرشتے کو حکم دیا کہ ان کی جان قبض کر لی جائے۔ یہ قبل دوپہر کا وقت تھا اور آپ اس طرح سو سال سے زیادہ مدت تک وہیں پڑے رہے۔ آخر کار خداوند کریم نے ان کو دوبارہ زندہ کیا اور پوچھا اے عزیرؑ! یہاں آپ کتنا عرصہ پڑے رہے ہیں۔ آپ

نے کہا۔ دن یا دن کا کچھ حصہ یعنی چند گھنٹے ۔ اس پر خداوندکریم نے فرمایا۔ کہ نہیں ۔ آپ یہاں سو سال سے زیادہ عرصہ تک پڑے رہے ہیں ۔ فرمایا اپنا کھانا پینا دیکھو۔ دیکھا تو وہ جوں کا توں تازہ تھا۔ بڑے حیران ہوئے ۔ پھر مولا کریم نے فرمایا۔ اپنے گدھے کی طرف دیکھو۔ اس کی طرف نظر دوڑائی تو بوسیدہ ہڈیوں کا ایک پنجر تھا۔ پھر اور بھی متعجب ہوئے۔ خداوند تعالیٰ نے پھر فرمایا کہ دیکھو۔ ہم آپ کے سامنے آپ کے گدھے کو زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھنے لگا —اور آنِ واحد میں آپ کی سواری گدھا زندہ ہوگیا ۔ فرمایا۔ یہ میری قدرت کے نشان ہیں۔ جیسے آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ گویا عین الیقین ہوگیا۔ پھر حضرت عزیر علیہ السلام نے شہر پر نظر ڈالی تو وہ اپنی پوری عظمت کے ساتھ آباد تھا، سب ویرانے آباد تھے اور شہر کو پرانی عظمت مل چکی تھی ۔ اس سارے مشاہدے کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام سجدے میں گر پڑے اور فرمایا۔ واقعی مولا تو ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جب چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ تیرے آگے کوئی مشکل نہیں ہے (دراصل اس سو سال کے دوران میں دوسرے بادشاہ نے شہر کو آباد کر دیا تھا)۔

پیارے بچو! یہ خدائی طاقت ہی تھی جس نے کھانے کو گرم رکھا۔ گویا دنیا کی گرمی اور سردی کا اثر ہی نہ ہونے دیا۔ گویا اس کرہ کو تھرموس بنا دیا۔ جس میں کھانا جوں کا توں رہا اور باقی کرۂ ارض میں کوئی تبدیلی نہ فرمائی۔ جس کے اثر سے گوشت پوست تک مٹی ہو گئے اور ہڈیاں بوسیدہ ہو کر پڑی رہیں۔

غور کا مقام ہے کہ ایک ہی حصۂ زمین پر دو متضاد کیفیات کس طرح نمودار ہوئیں۔ پھر خود نبیؑ کا سو سال تک سوئے رہنا یا مرنے کے بعد زندہ ہونا بظاہر کتنا عجیب ہے۔ لیکن خدا ہر چیز پر قادر ہے بے شک وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا۔ یہی حال دل کا ہے ۔ دل کی دنیا بھی آباد اور اجڑتی رہتی ہے۔ خوشی اور غمی، دکھ اور سکھ کا چولی دامن کا ساتھ ہے ۔ اگر ہر کمال کے بعد زوال ہے تو زوال کے بعد کمال بھی غیر یقینی نہیں۔ بس اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے ۔ وہ اُجڑے دل پھر بسا دیتا ہے۔ کملائے چہرے پھر تازہ فرما دیتا ہے اور اداسی کے بعد پھر دوبارہ تازگی بخش دیتا ہے۔ یہ بھی اس کی سنّت ہے۔ پس ہمیں اس کی رحمت سے ہمیشہ پُر امید رہنا چاہیے ۔

اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :۔

”اور وہ شخص (عزیر علیہ السلام) جو ایک بستی پر گزرا۔ اور وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی وہ شخص (حضرت عزیرؑ) بولے اللہ اس بستی کو بربادی کے بعد کس طرح آباد کرے گا پس پھر اللہ نے اس کو موت دے دی ۔ اور وہ سو سال تک پڑا رہا ۔ پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندہ کر دیا ۔ اور پوچھا ۔ تو کتنی مدت یہاں رہا ہے ۔ وہ بولا ۔ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصّہ یہاں رہا ہوں ۔ اللہ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ تو سو برس تک یہاں رہا ہے —پس اپنا کھانا پینا دیکھ وہ بالکل باسی نہیں ہوا ۔ اور اپنے گدھے کی طرف بھی دیکھ تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں۔ اور ان ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم کس طرح اُن کو جوڑتے اور گوشت پوست پہناتے ہیں ۔ پس جب یہ سب کچھ خوب ظاہر ہو گیا۔ تو بولا۔ میں مانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔“

(سورہ بقرہ پارہ ۳ ۔ آیت ۲۵۹)

- جو اللہ سے ملنے کی توقع رکھے گا، اللہ تعالےٰ بھی اس کو ملنا چاہے گا۔
- جس کی نماز رات میں زیادہ ہوگی وہ دن میں خوش رہے گا۔
- جس کو اپنی نیکیاں پسند آئیں اور برائیاں ناپسند ہوں وہ مومن ہے ۔
- جو شخص کسی کی خطا سے درگزر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے درگزر فرمائے گا۔

اسلام کا معیارِ فضیلت

محمود عارف لاہور

اس کرۂ ارضی پر جب سے انسان آباد ہوا ۔ گو ہزاروں قومیں بنیں اور بگڑیں، سینکڑوں خاندان اٹھے اور خاک کے کسی بگولے کی طرح بیٹھ گئے ۔ مگر ہر قوم اور ہر خاندان کے ہاں رفعت و عظمت کا کوئی نہ کوئی معیار تھا کہ وہ معیار ان کی فکر و شعور کے لیے جانچ پڑتال کی کسوٹی بن جاتا اور وہ قوم اسی ترازو پر پورا اُترنے والے ہی کو اپنا رہبر و رہنما تسلیم کرتی۔

عظمت جانچنے کا ایک غلط طریقہ

اور کبھی یوں بھی ہوا کہ انسان کی عظمت و بڑائی کی بھول بھلیّوں نے اس طرح بھٹکا دیا ۔ کہ اس نادان نے ذرا ذرا سی بات پر اپنے ہی اردگرد بسنے والی مخلوق کو، دیوتا دیوی اور اس قسم کے ہزاروں القاب دے کر انہی کی پرستش شروع کر دی ۔ یہی وہ بھیانک اور گھناؤنا نقطۂ نظر تھا کہ جس نے انسانوں کو انسانوں کے سامنے سربسجود کر دیا۔ پتھروں سے تراشی ہوئی بے جان مورتیوں اور بے شعور مجسموں کے آگے گھٹنے ٹیکائے، درختوں کی پوجا کرائی ۔ حیوانات کے سامنے انسانیت کو ذبح کروایا۔

ایک اور مغالطہ

عقل و شعور جب ذرا پختہ ہوئے تو ان کے سامنے معیارِ فضیلت کا ایک اور تصوّر آیا کہ دنیا میں سب سے بڑا شخص وہی ہے کہ جس کے پاس طاقت ہے یا دولت ۔ جو ان میں سے کسی ایک کا مالک ہو — تو درحقیقت وہی شخص بڑا ہے اور جو شخص ان دونوں سے محروم و درماندہ ہو تو وہ اس قابل ہی نہیں کہ اسے انسانوں کی کسی بھی صفت میں جگہ مل سکے ۔ بلکہ اس کی حیثیت چوپاؤں سے بدتر ہے ۔ اسے جو چاہے اور جیسے چاہے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا سکتا ہے ۔

معاشرے کی زبوں حالی

یہی معاشرے اور سوسائٹی کا وہ روگ تھا کہ جس نے ایک طرف انسانوں کو خونخوار بھیڑیے اور خوفناک درندے بنا دیا ۔ تو دوسری طرف ایک طبقے سے ہر طرح سے جینے کا حق چھین لیا ۔ بڑائی کے اسی جذبہ نے دلوں میں انانیت کا وہ رنگ بھرا کہ اس کا ظہور کبھی انا ربکم الاعلیٰ کی صورت میں ہوا اور کبھی انا احی و امیت کے روپ میں ۔

اسی غیر فطری تقسیم نے معاشرے کی جڑوں میں طبقاتی کشمکش کا اس طرح بیج بو دیا کہ اس کی شاخوں سے، کمیونزم اور سوشلزم اور ہزاروں نظاموں کی بگڑی اور مسخ شدہ صورتیں نکلیں اور بار آور ہوئیں ۔ یہ اسی سرمایہ دارانہ ذہنیت کا منفی اور مخالف پہلو ہے ۔

ماپنے کا ایک صحیح طریقہ

اور ایک قوم آئی اور اس نے بلندی و شرافت کے لیے رنگ اور کو معتبر قرار دیا اور کہا دنیا کا ہر گورا افضل و اعلیٰ ہے ۔ خواہ وہ پرلے درجے کا جاہل، خود غرض، لالچی اور دغا باز ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی قوم کی اصطلاح اسے شریف اور ممتاز انسان کہے گی اور اس کے مقابلے میں ایک شخص بہترین اخلاق اور ستھرے افعال کا حامل ہے مگر ہے رنگ کا کالا ۔ تو اس کے وہ کمالات اور اس کے وہ فضائل بھی کسی کام کے نہیں اور اس کی حیثیت اس معاشرے اور سوسائٹی میں ایک حیوان سے بھی بدتر ہو گی ۔

خاندان کا بُت

کسی مذہب نے قبائلی تقسیم کو معیارِ شرافت قرار دیا۔ کسی کی نجابت و بزرگی کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کسی اعلیٰ قوم کا فرد ہو۔ اس کے ذاتی کردار اور کیرکٹر سے اس قوم کو اصلاً کوئی تعلق نہیں۔

اور جو اس خاندانی اور قبائلی تقسیم کے ترازو پر پورا نہیں اترتا اس کی زندگی میں کوئی خوبی نہیں۔ اس کی قیمت یہی ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے اپنے سے بڑی قوموں کے زعماء کی جوتیاں سیدھی کرے۔ ان کے سامنے دست بستہ کھڑا رہے اور چوپاؤں کی کسی بُری نسل کی طرح انسانی خداؤں کی آرزوؤں کی تکمیل کا باعث بنتا رہے۔

الغرض فراعنۂ عالم نے اپنی اپنی بڑائی اور جھوٹی عظمت کو باقی رکھنے کے لیے سینکڑوں قسم کے نظریے اختراع کیے اور فکر و تدبر کے سامنے مکر و فریب کے بند باندھے۔

مگر یہ اندازِ فکر عقل و فکر کی جادۂ مستقیم سے اتنی دور واقع ہوا تھا کہ اسے فطرت کی لو بھی نہ پہنچ سکی تھی۔ اس لیے زمانے نے ثابت کر دیا کہ یہ اندازِ فکر یہ طریقۂ تدبر غیر صحیح تھا۔ اور جس نے اس طرح سوچا! جاہلانہ اور بہت پست درجہ کی باتیں سوچیں۔

اسلام کا اندازِ فکر

لیکن ان کے برعکس اسلام نے عظمت و بڑائی کا ایک نیا اور بالکل انوکھا معیار پیش کیا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے اسلام نے ان عمارتوں کو مسمار کیا جسے ان جھوٹے خداؤں نے اپنی خدائی برقرار رکھنے کے لیے تعمیر کیا تھا اور جس کے نیچے انسانیت سسک رہی تھی اور جس کی ہر اینٹ انسانی خون اور ہڈیوں کے معجون پر رکھی گئی تھی۔

اور عرفات کے میدان میں اعلان کیا:۔

"اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ تمہارا خدا ایک ہے تمہارا جدِ اعلیٰ ایک ہے۔ آگاہ ہو جاؤ، کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، نہ سرخ رنگت والے کو کسی کالے حبشی پر، برتری حاصل ہے اور نہ کالے کو سُرخ پر، (ہاں) مگر عظمت و بڑائی تقویٰ کی وجہ سے ہے"۔

قرآن کریم نے جاہلیت کے اس بُت کو اس طرح پاش پاش کیا:۔

"اے لوگو! تحقیق ہم نے پیدا کیا تم کو ایک مرد اور عورت سے اور کیا ہم نے تم کو کنبے اور قبیلے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو، تحقیق تم میں افضل اللہ کے ہاں وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے"

اور ایک بار ہی نہیں بار بار اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی:۔

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور پیدا کیا اسی سے اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں"۔ (نساء : ۱)

انسانی سوچ اور فکر کے لیے یہ بالکل ہی انوکھا اور البیلا قسم کا نظریۂ فکر تھا۔ اس لیے مخالفین اسلام کو شریعت اسلامیہ کی اور دفعات اتنی گراں نہیں گزریں جتنی کہ اس دفعہ نے انہیں جز بز کیا۔

مسکینوں کی فضیلت قریش کے مقابلے میں

زعماء قریش کا ایک گروہ آیا اور آ کر کہنے لگا۔ کہ "ہم اس کی بات اس شرط پر سننے کے لیے تیار ہیں کہ آپ مساکین کے اس گروہ کو اپنے قریب سے اٹھا دیں۔ تاکہ ہم آپ کے پاس آ سکیں۔ اس لیے کہ ہم ان فقیروں کے ساتھ ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بناء پر رضامندی کا اظہار فرمایا کہ شاید اس طرح یہ لوگ راہِ راست پر آ سکیں مگر حق تعالےٰ کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا حکم نازل فرمایا۔

"اور اے پیغمبر! ان لوگوں کو اپنے قریب سے نہ اٹھاؤ۔ جو لوگ کہ صبح و شام آپ کو پکارتے ہیں۔ محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے"۔ (انعام : ۵۲)

اسی طرح ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قریش مکہ کے ایک گروہ کو دین کی باتیں سنا رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک نابینا صحابی عبداللہ ابن ام کلثوم آئے اور آ کر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قریش کے اس گروہ کو نصیحت کرنے میں اس قدر مشغول تھے کہ ان کی طرف التفات نہ ہو سکا۔ قرآن کریم نے اس پر تنبیہ کی:۔

"تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور آپ کیا جانیں کہ شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا یا نصیحت سنتا۔ پس نصیحت اسے فائدہ دیتی" (عبس ۱)

الغرض اس قسم کے بے شمار مواقع ہیں کہ جہاں شریعت اسلامیہ نے نہ صرف یہ کہ قولی طور پر مساکین کی حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ عملی طور پر بھی یہ ثابت کر دیا کہ کسی کو کسی پر کسی حیثیت سے بھی برتری حاصل نہیں۔ اور اگر کوئی فضیلت اور معیار بزرگی ہے تو صرف تقوےٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ جو شخص جتنا اس دولت سے مالا مال ہو گا اتنا ہی وہ افضل و اشرف ہو گا۔

اسلام کا واشگاف اعلان

اسلام نے پہلی بار دنیا میں یہ اعلان کیا کہ حقیقی رفعت و بلندی وہ ہے جو انسان اپنے کسب و جستجو سے حاصل کرے نہ یہ کہ کوئی پیدا ہوتے ہی بلندی کے اس معیار پر فائز ہو جائے کہ دنیا اس کے کو باعث نجات سمجھنے لگ جائے۔ اسلام نے اسی بنیاد پر اپنی عمارت کو استوار کیا۔

پھر اس تیل سے جو شمع جگمگائی تو اس کی روشنی پر ہر طرف سے پروانے سمٹ سمٹ کر آئے اور اسلامی معاشرے اور اسلامی سوسائٹی کا جزو بن گئے۔

دیکھئے! زید ابن حارثہؓ کو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنا متبنیٰ بنایا حالانکہ وہ ایک غلام تھے اور پھر ان کی اپنی خاص رشتہ دار خاتون سے شادی کرائی۔ غزوۂ موتہ میں سپہ سالار متعین کیا۔ جس میں قریش کے بڑے بڑے سرمایہ دار موجود تھے۔

دیکھیے بلالؓ حبشہ سے، صہیبؓ روم سے، سلمانؓ فارس سے، حذیفہؓ یمن سے اور اس طرح کے سینکڑوں لوگ تھے جو دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے اور آ کر اس ماحول کا اس طرح جزو بن گئے کہ پھر انہی کو وارث بنایا، انہی کے وارث بنے۔ انہیں میں رہن سہن اختیار کیا۔

اسامہ ابن زید کو ایسے لشکر کا سپہ سالار بنایا جس میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دوسرے اکابر صحابہؓ موجود تھے۔

اسلامی معاشرہ

غرض اسلام نے ان نسلی، قبائلی، علاقائی عصبیت سے مافوق ہو کر ایک ایسا پاکیزہ اور صاف ستھرا ماحول ترتیب دیا جو جاہلانہ آلائشوں اور گندگیوں سے قطعاً پاک تھا۔

اور دنیا میں پہلی مرتبہ عرب نے (اپنے اختلافات کو فراموش کر کے) عجم کو گلے لگایا۔ اور مختلف طبقوں کے درمیان جو پیہم کش مکش جاری تھی۔ وہ یکسر ختم ہو گئی۔

مساکین کی فضیلت

اسلام نے اس سلسلہ میں ایک طرف غریبوں کو حوصلہ دیا اور ان لوگوں کے حوصلے بڑھائے جو معاشی طور پر مِٹ چکے تھے۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے مسجد میں اصحاب صفہ کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ جن کی مسکنت کا یہ عالم تھا۔ کہ ان کے پاس بدن ڈھانپنے کو کپڑا نہیں تھا اور وہ ایک دوسرے کی اوٹ میں اپنے بدن کو چھپا رہے تھے۔ آپؐ ان کے درمیان جا کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ تم خوش ہو جاؤ

کہ تم جنت میں امراء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوگے تو ان کے چہرے خوشی کی بناء پر تمتمانے لگ گئے۔ صحابی فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی انہی میں سے ہوتا۔ (الحدیث)

اور دوسری طرف امیروں اور حکمرانوں کو حکم دیا۔ کہ تم فقیروں کے دروازے پر خود حاضر ہو اور ان کی حاجت روائی کی کوشش کرو!

فرمایا۔ کہ سب سے بُرا فقیر وہ ہے جو امیروں کے دروازے پر آئے اور سب سے اچھا امیر وہ ہے جو فقیروں کے دروازے پر حاضری دے (الحدیث)

اور فقیروں کی امداد و اعانت کو اپنے ساتھ امداد اور اعانت قرار دیا۔

"کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔ پس اللہ اس کے اس قرض کو بڑھاتا رہے۔ بہت بڑھانا۔ (القرآن سورۂ بقرہ پ ۲

حاکم کا فرض

اور اسی طرح حاکمان وقت کو فہمائش کی کہ تم اپنے آپ کو اپنی رعایا سے مامون نہ سمجھو، بلکہ "درحقیقت قوم کا سردار وہ ہے جو قوم کا سچا اور مخلص خادم ہو"۔ (الحدیث) یہی وجہ ہے کہ جب تک خلافت راشدہ رہی اس وقت تک حکمران اپنی رعایا کی جستجو میں رہتے تھے۔

اس طرح افراط و تفریط کے درمیان ایک معتدل اور درمیانی راہ متعین کی جس میں صحیح طور پر مساوات کا منظر سامنے آیا۔ کہ تمام لوگ آپس میں برابر اور مساوی ہیں۔ اب سنئے کہ اسلام نے معیار فضیلت کا مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کیسے حل کیا:

اسلام نے اس فضیلت و برتری کے حصول میں سب کو یکساں قرار دیا۔ اور فضیلت و برتری کے لیے تقوٰے کو معیار ٹھہرایا۔ کہ اگر کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہے تو وہ صرف اس پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ جس کو انسان اپنے کسب و اجتہاد سے حاصل کرے۔

تقوٰے کا مفہوم

تقوٰے کے معنی میں شدید اختلاف ہے لیکن اس کا سب سے بہترین اور شاندار مفہوم یہ ہے:-

الف، حقوق اللہ کی پوری طرح سے ادائیگی کرنا۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ الہٰی سے جو سب سے بڑا خطاب اور القاب ملا تو وہ ایسا ہے کہ جس میں کامل عبودیت کے معنے پائے جاتے ہیں۔ میرا اشارہ سورۂ بنی اسرائیل کی اس آیت کی طرف ہے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج پر تشریف لے جانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ مقام اس بات کا مقتضی تھا کہ اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا اسم گرامی ذکر کیا جائے جو فضیلت و مرتبت کے ساتھ تعلق مع اللہ پر بھی دلالت کرتا ہو۔ چنانچہ وہاں فرمایا گیا۔ اسریٰ بعبدہٖ ... الخ

ب: حقوق اللہ کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے حقوق کی بھی پوری طرح نگہداشت کرتا ہو یعنی اپنے رشتہ داروں کے حقوق، اپنے پڑوسیوں کے حقوق اور دوستوں کے حقوق اور اس طرح عامۃ المسلمین کے حقوق اور اسی طرح عامۃ الناس کے حقوق، پھر اسی طرح حیوانات کے حقوق۔ غرضیکہ وہ ہر قسم کی مخلوق کے ساتھ فیاضی کا ایسا ہی معاملہ اور برتاؤ کرتا ہو۔ جو اس کی شایانِ شان اور مقام کا تقاضا ہو۔

اس سب تفصیل کا مختصر تجزیہ تواضع اور انکساری ہے۔ یعنی جس شخص میں جتنی تواضع اور انکساری ہو گی۔ وہ اتنا ہی حق تعالےٰ کا مقرب ہو گا۔ اللہ تعالےٰ کا مقرب ہونے کے لیے لازم ہے کہ اپنے دل کے بت خانے سے انانیت اور خودرائی کے تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر اس میں تواضع حلم، انکساری کے رنگین پھول سی لیے جائیں اس طرح ایک انسان اس حقیقی شرافت و نجابت کے معیار کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور اپنے دل میں خودرائی اور خودپسندی کے بیج بو کر کتنا ہی اللہ اللہ کرے، کتنی ہی دکھاوے کی نمازیں پڑھ لے مگر جب تک اپنے دل کے خانوں کو غلاظت کے اس تعفن سے صاف نہیں کر لیتا۔ اس وقت افضلیت تو دور کی بات ہے اس کی نجات بھی

مشکل ہو جاتی ہے

احیاء العلوم سے انتخاب

★

عِلم اور اُس کے تقاضے

تحقیق: الامام محمد بن محمد الغزالی
ترجمہ و تلخیص: زاہد الراشدی

عالم کون؟

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا جب تک اپنے علم پر عمل نہ کرے۔

علم کی دو قسمیں

جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علم دو قسم کا ہے۔ ایک علم وہ ہے جو صرف زبان پر ہے۔ یہ علم انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اور دوسرا علم وہ ہے جو دل میں ہے اور یہی علم نافع ہے۔

علم کا مقصد

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علم اس ارادے سے حاصل نہ کرو کہ اس علم کے ساتھ دوسرے علماء پر فخر جتا سکو یا بے وقوفوں پر علم کی دھاک بٹھا سکو یا لوگوں کی توجہ اس علم کی وجہ سے اپنی طرف مبذول کرا سکو کیونکہ جس نے اس مقصد کے لیے علم حاصل کیا وہ جہنم میں جائے گا۔

دجّال سے زیادہ فتنہ خیز

جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تم پر دجّال سے زیادہ کچھ دوسرے لوگوں کی فتنہ خیزیوں کا زیادہ خوف رکھتا ہوں پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا گمراہ کرنے والے امام۔

علم بغیر ہدایت

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے علم میں ترقی کی لیکن ہدایت میں ترقی نہ کی اس نے اللہ تعالےٰ سے دُور ہونے میں ترقی کی۔

آگ کی لگام

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اس علم کو چھپایا جو اس کے پاس ہے اسے قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

علماءِ سُوء کی مثال

حضرت عیسٰی علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا علماء سُوء کی مثال ایسی ہے جیسے نہر کے راستہ میں پتھر کی چٹان کھڑی ہو جائے جو نہ تو خود پانی پیتی ہے اور نہ پانی کو کھیتوں تک پہنچنے کے لیے راستہ دیتی ہے۔

لذّتِ دعاء سے محروم

حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی عالم میری محبت پر اپنی خواہشات کو غالب کر لیتا ہے تو میں اسے کم از کم جو سزا دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسے دعاء اور مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔

عالم نہیں ڈاکو

اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ اے داؤد علیہ السلام! میرے بارے میں کسی ایسے عالم سے راہ نمائی نہ لینا جسے دنیا نے مدہوش کر رکھا ہے کیونکہ وہ آپ کو میری محبت سے دُور ہٹا دے گا اور ایسے لوگ میرے بندوں کو لُوٹنے والے ڈاکو ہیں۔

صاحبِ علم منافق

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس امت میں سب سے زیادہ صاحب علم منافق کی فتنہ خیزی کا خوف ہے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت! یہ فرمائیے کہ صاحب علم منافق کون ہے؟ فرمایا زبان کا علم رکھنے والا اور دل اور علم کا جاہل۔

بے وقوف کی راہ

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔
اے مخاطب! تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جو علماء کا علم اور حکماء کے نادر نکات جمع کرتے ہیں لیکن عمل کے میدان میں بے وقوفوں کی راہ پر چلتے ہیں۔

سب سے زیادہ ندامت

حضرت ابراہیم بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ ندامت اٹھانے والا کون ہوگا؟ فرمایا دنیا میں وہ شخص زیادہ ندامت اٹھاتا ہے جو کسی ناشکر گزار کے ساتھ نیکی کرے اور موت کے وقت حد سے تجاوز کرنے والے عالم کو سب سے زیادہ ندامت ہو گی۔

عِلم کا کوچ

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ علم انسان کو عمل پر ابھارتا ہے اگر وہ اس پر عمل کرے تو فبہا ورنہ علم کوچ کر جاتا ہے۔

عِلم اور جہل

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ عالم اس وقت تک عالم رہتا ہے جب تک وہ علم حاصل کرتا رہے اور جب وہ یہ گمان کرنے لگے کہ وہ عالم ہو گیا ہے تو وہ جاہل ہی رہ جاتا ہے۔

دنیا کا کھیل

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا مجھے تین آدمیوں پر بہت رحم آتا ہے (۱) قوم کا سردار جب ذلیل ہو جائے (۲) قوم کا مالدار شخص جب محتاج ہو جائے اور (۳) وہ عالم جس کے ساتھ دنیا کی خواہشات کھیلنے لگیں۔

دل کی موت

حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ علماء کی سزا دل کا مردہ ہو جانا ہے۔ اور دل مردہ اس وقت ہوتا ہے جب آخرت کے عمل سے کوئی شخص دنیا حاصل کرنے لگے۔

عِلم کی زینت

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جب کوئی شخص علم و حکمت کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنا لے تو علم اور حکمت کی زینت اس سے غائب ہو جاتی ہے۔

صدقہ اور تہجّد

ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَّالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰى بَلَغَ . . . . . يَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ: پھر آپؐ نے فرمایا۔ کیا میں خیر و برکت کے دروازوں کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں۔ دیکھو روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو اس طرح ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور آدمی کی رات کے پچھلے حصہ کی نماز (اس کی تائید میں) آپ نے (قرآن کریم کی سورۂ سجدہ) کی یہ آیات پڑھیں۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ ان کی کروٹیں بستروں سے جدا رہتی ہیں۔ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ڈرا اور امید کے ساتھ اور ہمارا دیا ہوا خرچ کرتے ہیں۔ سو کسی جی کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے واسطے چھپی رکھی ہے بدلہ اس کا جو وہ کرتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند کے نام!

قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپوری — ایڈیٹر "نئے وطن" انبالہ شہر

خوابِ غفلت سے زمانے کو جگانے والے
جشنِ صد سالہ ترا ہم ہیں منانے والے

نورِ تبلیغ سے حیران بنانے والے
دیدۂ کفر کو آئینہ دکھانے والے

تیرے انوار کے قائل ہیں زمانے والے
آنکھوں سے پردہ جہالت کا اٹھانے والے

ظلمتِ کفر ہوئی دُور ترے پرتو سے
شمع توحید کی عالَم میں جلانے والے

تیرے احسان بھلائیں تو بھلائیں کیونکر!
اہلِ اسلام کی توقیر بڑھانے والے

ہمسرِ عرشِ بریں ہے تری عفّت کا وقار
پرچمِ علمِ نبوّتؐ کے اٹھانے والے

بات بگڑی ہوئی ملّت کی بنائی تُو نے
ذرّوں کو گوہرِ شہوار بنانے والے

تُو نے دھو ڈالے ہیں دامن سے ریا کے دھبّے
سینوں میں چشمۂ اخلاص بہانے والے

تیرے دامن کو نہ کیوں دامنِ رحمت سمجھیں
ساری مخلوق کو خالق سے ملانے والے

آسمانوں پہ دعائیں تجھے دی جاتی ہیں
خاک کے پُتلوں کو بھی نوری بنانے والے

تیرا ممنون ہے اس ملک کا ذرّہ ذرّہ
جذبۂ حریّتِ ملک جگانے والے

تُو نے قرآن کی تعلیم کو پھیلایا ہے
قصرِ تکذیب کے، تصدیق سے ڈھانے والے

تیرے انوار سے حافظ کو ملی ہے تابش
ذرّۂ خاک کو خورشید بنانے والے

○

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵
ہفت روزہ خدام الدین لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴
منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۲۲۱۹ مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ ۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. ۲۳۔ ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۴/۹/۶۷۔ ۲۰ D-D-A9۔ ۲۴ اگست ۱۹۶۶ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۶۰۴۱/۴۰/۱۵۲۱۰ مورخہ ۲ مارچ سنہ ۱۹۶۷ء
قرآن پاک
پڑھئے — عمل کیجئے
— اور دارین میں کامیابی حاصل کیجئے
بہترین طباعت سے آراستہ • عمدہ کاغذ • شاندار جلد
حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا
مترجم و محشی
قرآنِ عزیز
خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھائیے
قسم اعلیٰ ۲۰۰/- روپئے قسم اوّل ۸۲/۰ روپئے قسم دوم ۷۵/۰۰ روپئے قسم سوم ۵۰/۰۰ روپئے
ناشر
انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور